Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN Online 2790-9972 ISSN PRINT 2958-0005
VOL5, Issue 1
dareecha.tahqeeq@gmail.com www.dareechaetahqeeq.com

فاروق حسین شاہ
پی ایچ ڈی سکالر، وفاقی جامعہ اُردو، اسلام آباد
ڈاکٹر فہمیدہ تبسم
ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبۂ اُردو، وفاقی جامعہ اُردو، اسلام آباد

احمد ندیم قاسمی کی نعتیہ شاعری : سیرۃ النبی ﷺ کے عصری تناظر میں

Farooq Hussain Shah
PhD Scholar, Federal Urdu University, Islamabad.
Dr. Fehmida Tabassum
Associate Professor, Head of Urdu Department, Federal Urdu University, Islamabad.

Ahmad Nadeem Qasmi's Natiya Poetry : In the Contemporary Context of Seerat-Un-Nabi ﷺ

The international community is currently facing innumerable problems. It is the responsibility of Naat poets to prematurely realize the challenges faced by the international community in general and Muslim Ummah in particular. It is necessary that the Prophet's biography, especially the sermon of Hajj Al-Wida, should be organized in an effective manner in Naatiya Poetry to convey the message of coexistence, tolerance, peace, and harmony. Naatiya Kalam should be created in the footsteps of Hazrat Hasan bin Thabit to fight back discourses against humanity. Such a naat which, like Allama Iqbal's Naatiya Kalam, may not be in the artistic style of traditional naat, but still spread its intellectual and ideological impact. Ahmed Nadeem Qasmi, although not a Naat poet in traditional sense, he also wrote Naatiya poetry and a Naatiya collection has come out in his lifetime under the name of "Jamal". After his death, this Naatiya collection has been republished under the name of "Anwar-e Jamal". This research article is an effort to examine Ahmed Nadeem Qasmi's Naatiya Kalam in the contemporary context.

Keywords: naat, life of Prophet, seerat, poetry, contemporary context, artificial intelligence, globalization

اکیسویں صدی کا عالمی منظر نامہ پل پل بدل رہا ہے۔ مصنوعی ذہانت انسانی عقل و شعور کے روایتی اظہارات کو آئے روز نت نئی حیرتوں سے دوچار کر رہی ہے۔ قدیم نسبتوں کے دیو ہیکل تصورات ریت کی دیوار بنتے جا رہے ہیں۔ سیاسی، سماجی اور اقتصادی تغیرات نے اخلاقی اقدار کے روایتی سانچوں کی مضبوط بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ عالمی گاؤں کی واضح اکثریت جدید ذرائع ابلاغ کی بدولت ایک دوسرے سے بظاہر مربوط ہونے کے باوجود نفسا نفسی کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ ثقافتی تناظرات، حجابات سے باہر نکل کر اجنبیت کو خیر آباد تو کہہ رہے ہیں لیکن لایعنیت ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے۔ "نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں" کے مصداق انسانی معاشروں کا ہر شعبہ ذہنی اضطراب کا شکار ہو رہا ہے۔ عالمی سماج کی یہی ہیجانی کیفیات الیکٹرانک و سوشل میڈیا سمیت فنونِ لطیفہ بالخصوص ادب میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یوٹیوب، فیس بک، ٹک ٹاک اور ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر پانی کے بلبلوں جیسے رجحانات اُبھرتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔ کوئی خیال یا نظریہ جڑ پکڑنے ہی لگتا ہے کہ ایک نئی کونپل کے پھوٹنے کا شور ہر سُو سنائی دینے لگتا ہے۔ نظام سرمایہ داری اور صارفیت نے مسابقتی رویوں کو مہمیز کر رکھا ہے۔

ادب کو زندگی کا آئینہ سمجھا جاتا ہے۔ قدیم ہو کہ جدید، سماج کا ہر منظر نامہ مختلف اصنافِ ادب کی صورت اظہار کے مراحل طے کرتا رہتا ہے۔ جب ادب آفاقی حقیقتوں کا اظہار کرنے کی معراج پالیتا ہے تو ادب عالیہ کے مقام پر فائز ہو کر جغرافیائی حد بندیوں اور فانی دائروں سے باہر نکل جاتا ہے۔ فانی خیال کبھی بھی ایسا ادب تخلیق نہیں کر سکتا جو

باقی رہے۔ ادب کی بقا باقی رہ جانے والے خیالات سے جُڑی ہوئی ہے۔ جمیل جالبی "ادب، کلچر اور مسائل" میں ایک ایسے 'نظامِ خیال' کا نقشہ کھینچتے ہیں جو کسی خاص عصر میں اُبھرتا ہے اور اپنی نشو و نما کے فطری مراحل سے گزر کر منطقی انجام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نظامِ خیال کی موت واقع ہو جانے کے باوجود معاشرے طویل عرصہ تک اُسی کے ساتھ جُڑے رہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن "عام معاشرے کو اس کا پتہ اُس وقت چلتا ہے جب وہ ساری عمارت دھڑام سے آگرتی ہے۔" (1)

اُردو زبان و ادب کی خوش بختی ہے کہ اُسے نعت کی صورت میں ایک ایسی ادبی صنف ملی ہے جسے زندگی کے آخری لمحے تک بقا حاصل ہے۔ نعت کا باقی رہ جانا دراصل اُس نسبت کی بدولت ہے جس کا ذکر فنا کی حدود سے بھی بلند تر کر دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ خاتم النبیینؐ ہیں۔ رحمۃ للعالمینؐ ہیں۔ اسی تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ نعت بھی اسلامی روایات میں ادب کی وہ آخری صنف ہے جسے تا قیامت خاتم النبیین کے ساتھ ہی منسوب رہنا ہے۔ نظم ہو کہ نثر، اب نعت کو ہی رحمتِ عالمؐ اور سیرۃ النبی ﷺ کی روشن تعلیمات کا نہ صرف ادبی اظہار کرنا ہے بلکہ عصرِ حاضر کے نظامِ خیال کی زبوں حالی میں ایسی فکری ترجمانی بھی کرنی ہے کہ عالمی برادری کو نفسا نفسی کے حالیہ منظر نامے میں ٹھہراؤ نصیب ہو سکے۔ ڈاکٹر سعود عالم قاسمی لکھتے ہیں:

"اب تک دُنیا میں جتنے مُصلح، مفکر اور پیغمبر آئے اُن کا کام اور پیغام یا تو ختم ہو گیا، یا مٹ گیا یا تحریف و تبدیلی کا شکار ہو گیا، مگر محمد ﷺ کا پیغام زندہ اور تابندہ رہے گا۔"(2)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اکثریتی آبادی مسلمان ہے۔ غزل گو شاعروں اور شاعرات کی اکثریت بھی اعتقادی طور پر مسلمان ہے۔ ظاہر ہے اُن کے ہر فکری و ادبی اظہار میں اسلامی عقائد کی جھلک ضرور دکھائی دے گی۔ غزل کا شاعر ہو کہ نظم کا، اُس کے اندازِ بیاں پر اسلامی اثرات اچنبھے کی بات نہیں۔ ویسے بھی ہمارے ہاں قدیم روایت رہی ہے کہ مثنوی کا آغاز کرنا ہو کہ دیوان کا، حمد اور نعت کو بطور ثواب و ہدیۂ تبریک ضرور شامل کیا جاتا رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے غیر مسلم ادباء نے بھی رسول اللہ ﷺ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

ترقی پسند تحریک کے بارے میں عام طور پر یہی تصور ہے کہ اس سے وابستہ ادباء کارل مارکس کے معاشی نظریات کے اسیر ہو کر مذہب بے زار ہو چکے تھے۔ ایک عام قاری جب ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر تخلیق ہونے والے ادب پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے بہت سے ناقدین کے اعتراضات اپنی جگہ پر بالکل درست دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترقی پسندوں نے زیادہ تر اُن موضوعات پر لکھا جن کا براہِ راست تعلق زندگی، معاشیات اور طبقاتی کشمکش کے ساتھ تھا تاہم اگر غور کیا جائے تو ترقی پسند ادب میں ہمیں سیرۃ النبی ﷺ کی بہت سی روشن تعلیمات کے عملی پہلوؤں کا اظہار نظر آ جاتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی بھی ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادباء میں سے ایک تھے۔

احمد ندیم قاسمی کی شخصیت ہمہ جہت ہے۔ وہ ایک عہد ساز شاعر ہی نہیں بلکہ بطور افسانہ نگار اور نقاد اُنہوں نے قابلِ قدر فکری و ادبی سرمایہ چھوڑا ہے۔ فنون، ادبِ لطیف اور نقوش کی ادارت ہو کہ بچوں کے ادب کے لئے گراں قدر تصنیفی خدمات، کالم نویسی ہو کہ ترقی پسند تحریک کے نمایاں ادیب کی حیثیت سے عام انسانوں کے مسائل کا احاطہ کرتا افسانوی ادبی اظہار، ان کے موضوعات کا تنوع لائقِ تحسین ہے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادبا کی اکثریت مذہبی موضوعات سے دور رہنا پسند کرتی تھی تاہم احمد ندیم قاسمی خود کو معتدل مسلمان سمجھتے تھے اور ہر قسم کی افراط و تفریط اور انتہا پسندی کے بجائے راہِ اعتدال کے قائل تھے۔

احمد ندیم قاسمی اگرچہ نعتیہ شاعری کی روایت میں بطور نعت گو شاعر شمار نہیں کئے جاتے تاہم اُنہوں نے نعتیہ شاعری بھی کی اور ایک نعتیہ مجموعہ اُن کی زندگی میں "جمال" کے نام سے منظرِ عام پر بھی آ چکا ہے۔ ان کی رحلت کے بعد اس نعتیہ مجموعے کو ترمیم و اضافہ کے بعد "انوارِ جمال" کے نام سے ڈاکٹر ناہید قاسمی کی زیرِ نگرانی دوبارہ شائع کیا جا چکا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ناہید قاسمی لکھتی ہیں کہ ہم نے باہمی مشاورت سے یہ فیصلہ کیا کہ احمد ندیم قاسمی کی تخلیقات کو محفوظ کیا جائے۔ اس غرض سے انوارِ جمال میں نہ صرف نئی نعتوں کو شامل کیا گیا بلکہ نعتیہ عناصر اور سیرۃ النبی ﷺ سے متعلقہ دیگر کلام بھی اس میں یکجا کر دیا گیا۔(3)

احمد ندیم قاسمی ایک ایسے مسلمان مذہبی گھرانے میں پروان چڑھے جہاں پیری مریدی کا ماحول تھا۔ تصوف کی روایتی فضا میں، سجادہ نشینی اور سجادہ نشینوں کے اعمال و افعال کا مشاہدہ کرتے اُن کا بچپن گزرا۔ انہی اثرات کی وجہ سے غالباً اُن کی غزلوں، نظموں اور افسانوں میں بیشتر مقامات پر سیرۃ النبی ﷺ کی روشن تعلیمات کی ادبی عکاسی دکھائی دیتی ہے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے کی وجہ سے احمد ندیم قاسمی نے زندگی اور اُس سے جڑے ہوئے معاملات کو تنقیدی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ سماجی ناہمواریاں اور قول و فعل کا تضاد اُن کے مشاہدے میں تھا۔ اپنی تصنیف "جلال و جمال" کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"میں خیر و برکت کا قائل ہوں، لیکن لوٹ کھسوٹ سے مجھے نفرت ہے۔۔۔ اور یہاں میرا اشارہ صرف اُن سجادوں کی طرف ہے، جنہوں نے خدا اور رسولؐ کے نام کی تجارت کر کے نذرانے بٹورنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا اور جن کی تعداد باعمل سجادہ نشینوں کے جلال و جبروت والے آستانوں سے یقیناً کئی گنا زیادہ ہے۔" (4)

انوارِ جمال میں شامل اُن کی ایک طویل نعت بہت مشہور ہے۔اس نعتیہ کلام کو نعتیہ محافل میں کئی نعت خواں ذوق وشوق سے پڑھ چکے ہیں۔اس نعت کا تجزیہ کیا جائے تو جہاں ایک طرف اس میں فنی پختگی دکھائی دیتی ہے وہیں دوسری طرف اس میں سیرۃ النبی ﷺ کے کلیدی موضوعات کا اظہار بھی ملتا ہے۔احمد ندیم قاسمی اس نعت میں اپنی ظلمتوں کا احساس کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں اور یہ ایمانی اظہار بھی کہ ظلمتوں بھری حیات میں نبی اکرم ﷺ کا نور بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتا ہے۔سرکارؐ کے سہارے پر پورے قد سے کھڑے ہو کر احمد ندیم قاسمی یہ اظہار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب نہ ہوتا تو میں مر جاتا۔اُن کا ماننا ہے کہ صحرائے عرب نے آپؐ کی بدولت ہی شرق وغرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو خوشبو اور تازگی بانٹی ہے۔لکھتے ہیں:

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیراؐ
اُس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیراؐ
ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

(5)

اس نعت کے آخری شعر میں سفرِ معراج کو بطور تلمیح استعمال کیا گیا ہے۔قرآن کریم کے پندرھویں سپارے کی ابتداء میں سورۂ بنی اسرائیل میں اسی سفر کی روداد بیان ہوئی ہے۔معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور پھر قاب قوسین کی سیر کے دوران میں اپنی نشانیاں دکھائیں۔(6) اسلامی تاریخ میں اسے واقعۂ معراج کہا جاتا ہے۔نعت گوئی کی عربی وفارسی روایت بالخصوص پاکستانی نعتیہ شاعری میں سفرِ معراج سے متعلق اشعار جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔اس ایک واقعہ کی لاتعداد تعبیرات منظر عام پر آچکی ہیں۔معراجِ رسولؐ بشری تھی کہ روحانی، یہ خواب کے عالم میں کی گئی سیر تھی کہ حقیقی طور پر آپؐ سیر کے لئے بلائے گئے،اس حوالے سے ہر فریق اپنی اپنی رائے رکھتا ہے تاہم یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ واقعۂ معراج نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ پاک کا ایک اہم باب ہے۔علامہ اقبال بھی بالِ جبریل میں اس سفر کی معنویت کا ادراک کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشرّیت کی زَد میں ہے گردُوں

(7)

اکیسویں صدی کے عالمی تناظرات عجیب ہیجان وانتشار کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی برادری کے سامنے نعت گوئی کی شکل میں اُسوۂ حسنہ کے اُن پہلوؤں کو دل کش انداز میں منظوم کر کے پیش کیا جائے جو اضطراب کا شکار ذہنوں کے لئے فرحت بخش بھی ہو اور روحانی استحکام کی ضمانت بھی فراہم کرے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر نعت گو شاعر وشاعرہ نعت کی تخلیق سے قبل سیرۃ النبی ﷺ کے اُن تمام موضوعات کو اپنے اندر جذب کرے جن کا براہ راست تعلق امنِ عالم،انسانی حقوق اور بقائے باہمی کے ساتھ ہو۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک مسلم اُمہ کی اپنی صفوں میں وہ محبت ورحمت دکھائی نہیں دے گی،رحمتوں کا بیانیہ مؤثر نہیں ہو گا۔احمد ندیم قاسمی حضور اکرم ﷺ کی رحمۃ اللعالمینی کا ذکر یوں کرتے ہیں:

اُس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہو گی
دوست کی طرح جو دشمن کو دُعا دیتا ہے

(8)

جب تک ادیب بذاتِ خود سیرت کی جمالیات سے آگاہ نہیں ہوتا تب تک خدائی اُس کے نعتیہ کلام سے وہ تاثیر حاصل نہیں کر سکتی جو عرب کے جاہلیت زدہ معاشرے کو عملی طور پر بدلنے کا ثبوت فراہم کر چکی ہے۔ہر نعت گو کے لئے لازم ہے کہ وہ فکر وفن کی مروجہ شعریات کے ساتھ ساتھ ادبِ رسول ﷺ سے بھی اس حد تک ضرور روشناس ہو کہ اُس کا کلام محسنِ انسانیتؐ کے اوصافِ حمیدہ کی ترجمانی کر سکے۔احمد ندیم قاسمی فتح مکہ کے بعد عام معافی کے اعلان کو حضور اکرم ﷺ کی صفتِ رحمۃ اللعالمینی کا غماز سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

مکّہ جب فتح ہوا تھا تو زمانے بھر نے
دشمنوں پر بھی برستی ہوئی رحمت دیکھی

اُن عناصر نے بھی، جو سنگ زنی کرتے رہے
آپؐ کی ذات میں تجسیمِ محبت دیکھی

(9)

شفقت ورحمت کا یہی نبوی اُسوہ ﷺ اس طرح منظوم کرتے ہیں:

ہیں آپ کے کردار سے سرشار عدو بھی
الطاف ومحبت کا وہ پیکر ہیں محمدؐ

(10)

دہریت والحاد کے اس پُر فتن دور میں مذہب ایک غیر متعلقہ شے بنتا جارہا ہے۔یورپ میں جب روشن خیالی کی لہر اُٹھی تو کلیسا اُس کے سامنے زمیں بوس ہو گیا۔ سائنس کے منطقی سوالوں کا جواب صرف ایک ایسا دین دے سکتا ہے جو ہر لحاظ سے ہر طرح کی انسانی آمیزش سے پاک ہو۔نعت وہ صنفِ ادب ہے جس میں عقیدے کے اعتبار سے تو کسی تحریف کی گنجائش نہیں تاہم اندھی عقیدت کے زیرِ اثر تحریف کے بہت سے امکانات و خدشات موجود ہیں۔ضروری ہے کہ ہر نعت گو شاعر معاصر علمی و فکری نظریات سے کم از کم اس حد تک ضرور آگاہ ہو کہ وہ غلط اور صحیح میں تمیز کر سکے۔یہی امتیاز ادب میں ظاہر ہو گا تو تاثیر کی ترسیل و تبلیغ ہو گی۔ اُمتِ مسلمہ کے پاس توحید یعنی خدا کے وحدہ لاشریک ہونے کا جو تصور و عقیدہ موجود ہے یہ نبی کریم ﷺ کی بدولت ہے۔عقیدۂ رسالت ﷺ پر ایمان لائے بغیر کسی بھی مسلمان کے پاس عقیدۂ توحید کی مستحکم سند نہیں رہتی۔اسی خیال کو احمد ندیم قاسمی یوں پابندِ شعر کرتے ہیں:

تُو نے دیا مفہوم نمو کو، تُو نے حیات کو معنی بخشے
تیرا وُجود اثباتِ خدا، تُو جو نہ ہوتا، کچھ بھی نہ ہوتا

(11)

اس سے اگلی نعت میں عقیدۂ توحید کا اظہار کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی نسلِ انسانی پر ہونے والے اُس احسان کا اعتراف کرتے ہیں جنہیں محمد ﷺ کہا جاتا ہے۔جن کی روشن تعلیمات نے عدل وانصاف کو یقینی بنایا۔جنؐ کی بدولت یتیموں، بیواؤں، غلاموں اور معاشرے کے غریب و مسکین طبقات کو حقوق نصیب ہوئے:

اُس خدا سے مجھے کیسے ہو مجالِ انکار
جس کے شہ پارۂ تخلیق کا عُنواں تُو ہے
تیرے دم سے ہمیں عرفانِ خداوند ملا
نوعِ انساں پہ خداوند کا احساں تُو ہے

(12)

آپؐ کی سیرتِ پاک اور اُسوۂ حسنہ عالمین کے لئے کامل نمونہ ہے۔احمد ندیم قاسمی سیرۃ النبی ﷺ انہی خیالات کا منظوم اظہار یوں کرتے ہیں:

تیرا کردار ہے اَحکامِ خُدا کی تائید
چلتا پھرتا، نظر آتا ہوا قُرآں تُو ہے
رنگ کی قید، نہ قدغن کوئی نسلوں کی یہاں
جس کے دَر سب پہ کُھلے ہیں وہ دَبستاں تُو ہے

(13)

سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر ہزارہا نثری و منظوم کُتب لکھی جاچکی ہیں۔یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔اگر ان تصانیف کا مطالعہ کیا جائے اور قرآن کریم کی روشنی میں اُسوۂ حسنہ کا اجمالی سا خاکہ ذہن میں بنالیا جائے تو احمد ندیم قاسمی کی یہ نعت اپنے باطن میں چھپے معانی آشکار کرنا شروع ہو جائے گی اور پھر سیرت کی نثری کتابوں میں درج واقعاتِ سیرت منظوم ہو کر قاری کے سامنے آتے جائیں گے۔لکھتے ہیں:

علاجِ گردشِ لیل و نہار تُو نے کیا

غبارِ راہ کو چھُو کر بہار تُو نے کیا
ہر آدمی کو تشخّص ملا ترے دم سے
جو بے شمار تھے، اُن کو شمار تُو نے کیا
اُٹھا کے قعرِ مذلّت سے ابنِ آدم کو
وقار تُو نے دیا، باوقار تُو نے کیا
کوئی نہ جن کی سُنے، اُن کی بات تُو نے سنی
ملا نہ پیار جنہیں، اُن سے پیار تُو نے کیا
اگر غریب کو بخشے حقوق لامحدود
تو قصرِ شاہ کو بھی بے حصار تُو نے کیا
جب اُن کے نطق کو پہنچی، ترے یقین کی آنچ
جو بے زبان تھے، اُنہیں شعلہ بار تُو نے کیا

(14)

محسنِ انسانیت ﷺ نے انسانوں کے حقوق کے لئے جو روشن منشور پیش کیا تھا، اُس کی کرنیں ظلمت کدۂ عالم میں روشنی کرتی جا رہی ہیں۔ احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

جس کے انصاف نے پتھر کو بھی بخشی ہے زباں
بے نواؤں کی نواؤں کو سنے گا بھی وہی

(15)

احمد ندیم قاسمی جب ارتقائے انسانی کے مراحل پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں:

گواہی دیتا ہے یہ ارتقائے انسانی
کہ کام آئی جہاں بھر کو پیشوائی تری

(16)

نبی اکرم ﷺ کی آفاقی شخصیت اور آپؐ کے پیغام کی عالمگیریت کا اظہار احمد ندیم قاسمی کچھ یوں کرتے ہیں:

ترے کمالِ مساوات کی قسم ہے مجھے
کہ تیرے دیں سے بڑا کوئی انقلاب نہیں
صدی صدی کی تواریخِ آدمیت میں
تِری مثال نہیں ہے، ترا جواب نہیں

(17)

انسانی آبادیوں کو اس وقت سب سے زیادہ خطرہ اُس سوچ سے ہے جو امنِ عالم کے حق میں نہیں۔ جو اصلاح کی آڑ میں فساد فی الارض پھیلا رہے ہیں۔ جو بزورِ شمشیر ساری دُنیا کو فتح کر لینا چاہتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نبی اکرم ﷺ کی انسان دوستی اور رؤف الرحیم ہستی کو یوں اشعار کے قالب میں ڈھالتے ہیں:

اُن کے پیکر میں محبت کو ملی ہے تجسیم
پیار کرتا ہے ہر انساں سے پرستار اُن کا

(18)

سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیغامِ محبت کو منظوم انداز میں یوں پیش کرتے ہیں:

نفرت کے بُت کدے سے نکالے صنم تمام

اور طاق پر چراغِ محبت جلادیا
جو جاہلیتوں کی فضا میں پلے بڑھے
اُن کو بھی زندگی کا سلیقہ سکھادیا

(19)

حضور اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے مقصد کو یوں منظوم کرتے ہیں:

اِمتیازات مٹانے کے لئے آپ ؐ آئے
ظلم کی آگ بجھانے کے لئے آپ ؐ آئے
آدمیّت سے تھا محروم گلستانِ حیات
اور یہ پھول کھلانے کے لئے آپ ؐ آئے

(20)

عالمی برادری کو اس وقت لاتعداد تعصبات کا سامنا ہے۔ سامراجیت واستعماریت نے عالمگیریت کے پردے میں قدیم ملوکیت کو جدید روپ میں پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ نعت گو شعرا و شاعرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ ادب کے پس نو آبادیاتی جائزے کی لہر کا شکار ہونے سے پہلے قبل از وقت عالمی برادری کو درپیش اُن خطرات کا ادراک کرلیں جو ابھی محض "متن" ہیں اور بین السطور اپنا سامراجی واستعماری ایجنڈا منظم انداز میں آگے بڑھا رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ بالخصوص خطبہ حجۃُ الوداع کو مؤثر انداز میں منظوم کیا جائے اور حضرت حسان بن ثابتؓ کے نقش قدم پر ایسی نعت تخلیق کی جائے جو عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ ایسی نعت جو علامہ اقبال کے نعتیہ کلام کی طرح روایتی نعت کے فنی پیرہن میں نہ بھی ہو پھر بھی اس کی فکری و نظریاتی تاثیر پھیلتی جائے۔

حوالہ جات

1. ڈاکٹر جمیل جالبی،ادب کلچر اور مسائل (مرتبہ: خاور جمیل)، رائل بُک کمپنی۔صدر کراچی،1986ء، ص:12
2. ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی، عصرِ حاضر میں اُسوۂ رسُولِ اکرمؐ کی معنویت، مکتبۂ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور،2008ء، ص:14
3. احمد ندیم قاسمی، انوارِ جمال (عرضِ مرتّبین از ڈاکٹر ناہید قاسمی)، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،2007ء، ص:17
4. ندیم، جلال و جمال، نیا ادارہ لاہور، س ن، ص:11
5. احمد ندیم قاسمی، انوارِ جمال، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،2007ء،، ص:48
6. ابنِ کثیر، علامہ، تفسیر ابنِ کثیر (جلد3، پارہ نمبر15) ، نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی، س ن، ص:2
7. اقبالؒ، بالِ جبریل مشمولہ: کلیاتِ اقبال اُردو، اقبال اکادمی پاکستان، چھٹی منزل، ایوانِ اقبال، لاہور،2000ء، ص:364
8. احمد ندیم قاسمی، انوارِ جمال، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور،2007ء، ص:54
9. ایضاً، ص:97
10. ایضاً، ص:102
11. ایضاً، ص:57
12. ایضاً، ص:58-9
13. ایضاً، ص:59-60
14. ایضاً، ص:65-6
15. ایضاً، ص:68
16. ایضاً، ص:75
17. ایضاً، ص:76-7
18. ایضاً، ص:80
19. ایضاً، ص:93
20. ایضاً، ص:82